خوفناک نتائج کے حامل جابجا پھیلے ہوئے بہکاوے کے جال اور قرآنِ کریم کے انتباہات

WIDESPREAD TRAPS OF SEDUCTION WITH DIRE CONSEQUENCES AND WARNINGS FROM THE HOLY QURAN

Dr Arif Khan Saqi
Associate Professor, Department of Islamic studies, University of Karachi.
Email: maksaqi@uok.edu.pk

Saqi, Arif Khan **"Wide spread Traps of Seduction with Dire Consequences and Warnings from the Holy Quran"** Al-Raheeq International Research Journal Vol 3, Issue. 1, (June 30, 2024). Pg. No:23-45

Journal	Al-Raheeq International research Journal
Journal homepage	https://alraheeqirj.com
Publisher	Al Madni Research Centre
License:	Copyright c 2023 NC-SA 4.0 www.alraheeqirj.com
Published online:	2024-06-30
ISSN No:	
Print version:	2959-7005
Online version:	2959-7013

Open Access

CC BY NC SA

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

خوفناک نتائج کے حامل جابجا پھیلے ہوئے بہکاوے کے جال اور قرآنِ کریم کے انتباہات

WIDESPREAD TRAPS OF SEDUCTION WITH DIRE CONSEQUENCES AND WARNINGS FROM THE HOLY QURAN

Abstract:

Seduction is a special process of misguiding a human being's mind. In this, any person or power influences someone's attention in the guise of sympathy and goodness to fulfill their ambitions and desires bringing them to the determined path. It is described as if there is a deliberate attempt to divert the affected person from the beneficial and inevitable path and put him on another path of loss and disadvantages. These effects dominate the mind of the affected person to such an extent that he begins to speak the language of the influencing force or personality and follows the path suggested by him. This article elaborates on the different trapping ways of seduction by Shatan and evil forces, highlighted in the Holy Quran.

The most influenced and probably the most destructive seductive trap nowadays is the Wide Web and the Internet. A majority of humans are being globally victimized by the World Wide Web and the Internet. Currently, Muslims, Islam, and Eastern values are the

targets of this global seduction. Therefore, not only our youth but also Muslim states are the special targets of this seduction of Muslim enemies. We should be aware of these traps and try to find solutions to get rid of this kidnapping of Muslim youth by the hazards of the internet.

Keywords: Seduction, Global, Trap, Beneficial, Destructive

بہکاوا ایک خاص عمل ہے۔اِس میں کوئی بھی شخص یا طاقت اپنے عزائم پورے کرنے کے لیے ہمدردی و بھلائی کے لبادے میں کسی کے ذہن پر اپنے اثرات مرتّب کرتی ہے۔اُس تک اپنے خیالات منتقل کرتی ہے۔یوں اُس کو اپنی من چاہی راہ پر لے آتی ہے۔گویا متاثرہ شخص کے لیے سودمند و نا گزیر راہِ راست سے اُس کو ہٹا کر کسی اَور راستے پر ڈال دینے کی دانستہ و ارادی کوشش کرتی ہے۔متاثرہ شخص کے ذہن پر یہ اثرات اِس قدر حاوی ہو جاتے ہیں کہ وہ اثر ڈالنے والی قوّت یا شخصیت ہی کی بولی بولنے لگ جاتا ہے۔اُس کی تجویز کردہ راہ پر چل پڑتا ہے۔یا اِس راہ پر چلنے یا اُس خواہش کی تکمیل کے لیے تن، مَن، دھن کی بازی تک لگا دیتا ہے۔اور اپنے اِس تباہ کن رویّہ و طرزِ عمل کو ہی اپنے لیے سودمند اور عین اپنے ضمیر کی آواز سمجھنے لگتا ہے۔یوں بہکانے والا شخص یا طاقت اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہو کر اُس کو اُس غیر موزوں راہ پر ڈال بھی دیتی ہے جو کسی صدمہ یا نقصان پر جا کر ختم ہوتی ہے۔بقول صغیر ملال ؎

اُن سے بچنا کہ بچھاتے ہیں پناہیں پہلے پھر یہی لوگ کہیں کا نہیں رہنے دیتے

یہ دنیا، شکار اور شکاریوں میں بٹی دنیا ہے۔شکاری خود بھی اپنے سے کسی بڑے شکاری کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے۔شکار کو پکڑنے کے لیے جال کا استعمال قدیم وقتوں سے چلا آ رہا ہے۔شکاری، شکار اور جال میں سے کچھ بھی انوکھا نہیں ہے۔بس حالات کے مطابق یہ خود کو ڈھالتے اور اپنی صورتیں بدلتے رہتے ہیں۔جب ایک جال اور اُس کی تباہ کاریوں کو لوگ پہچان لیتے ہیں اور شکار ہونے سے بچنے لگ جاتے ہیں تو شکاری نئی چال اور نئے جال کے ساتھ میدان میں کود پڑتے ہیں۔دنیا میں اِس دور کا سب سے بڑا اور تباہ کن جال جس سے انسانوں کو شکار بنایا جا رہا ہے، سادہ الفاظ میں

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

اُس کو ورلڈ وائڈ ویب اور انٹر نیٹ کہتے ہیں۔

فی زمانہ انٹر نیٹ ایک عالمی منڈی کا منظر پیش کرتا ہے۔اِس میں بے شمار خوبیاں اور فوائد بھی ہیں۔ سہولتیں اور آسانیاں بھی ہیں۔ علم و حکمت کے فروغ کے وسیع مواقع اور امکانات بھی ہیں۔ مگر ساتھ ہی اِس کے کچھ تاریک گوشے بھی ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہماری یہ دنیا خیر و شرّ، دونوں طرح کے مواد سے بھری پڑی ہے۔ گویا یہ ہماری اِس دنیا کا ہی ایک عکس یا رُوپ ہے۔اِس میں اچھائی بھی ہے۔اور برائی بھی موجود ہے۔اِس روئے زمیں کو ہی ذہن میں رکھ لیا جائے تو اِس کے اُوپر بڑے اور مہیب سمندر بھی ہیں۔ جزیرے بھی ہیں۔ برّاعظم و برّصغیر اور جزیرہ نماسب اِس کی سطح کے اُوپر موجود ہیں۔ پھر صرف خشکی پر نگاہ ڈالی جائے تو اِس میں ہیبت ناک قسم کے ویرانے و جنگلات اور صحرا بھی ہیں۔ آبادیاں اور شہر بھی ہیں۔اور اچھائی و برائی کے بڑے بڑے مراکز بھی موجود ہیں۔ یہی کچھ حال انٹر نیٹ کا بھی ہے۔

اِس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ انٹر نیٹ بھی ایک دنیا ہے۔ سادہ لوح لوگوں کو بہکانے اور اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے وضع کی گئی آج کی سب سے بڑی صنعت یعنی **بہکاوا** بھی اِسی کی آغوش میں ہے۔ پورے عالمِ انسانی پر اِس کے اَثرات مرتّب ہو رہے ہیں۔ البتہ عالمِ اسلامی کو اِس سے درپیش خطرات باقی دنیا کے مقابلے میں بھی زیادہ گہرے اور تباہ کن ہیں۔اِس کی بے شمار زہریلی گولیوں کے اُوپر مٹھاس چڑھا کر نسلِ نو کو نگلنے پر آمادہ کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ شیطانی کارندے پہلے تو مختلف گوشوں میں تانک جھانک پر گہری نگاہ رکھ کر نوجوانوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کو دریافت کرتے ہیں۔ پھر اُن کو اُن کی ضرورت کا دانہ ڈال کر قدم بقدم آگے لے کر جاتے رہتے ہیں۔اور اُن کو وہاں تک لے کر چلے جاتے ہیں جہاں سے واپسی کے تمام راستے ہی مسدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔اور حتمی تباہی و بربادی اُن کا مقدّر بن جاتی ہے۔ قرآنِ کریم میں بار بار اِس بات کا ذکر آتا ہے کہ اللہ عزّ و جلّ تمام انسانی سرگرمیوں سے کاملاً آگاہ و باخبر ہے۔ مثلاً اَرشادِ ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ؁[1]

ترجمہ: اور ڈرتے رہو اللہ سے اور یہ جان لو کہ اللہ، اُن تمام اعمال پر خوب نگاہ رکھے ہوئے جو تم کرتے ہو۔

مگر ایک حساس اور محتاط آدمی کے رونگٹے کھڑے کر دینے والی اِس آگاہی کی بھی کسی کو پرواتک نہ رہی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بھی اِسی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں قیامت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ قدرت واقعی کاملاً آگاہ و باخبر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اِس کا ثبوت بھی ہمارے سامنے لا رہی ہے۔ اِس سے بڑا ثبوت اَور کیا ہو سکتا ہے کہ قدرت نے خود انسانی ہاتھوں سے ہی در و دیوار سمیت بہت سی بے جان اشیاء کو اَب آنکھیں بھی دے دی ہیں۔ کان بھی لگا دیئے ہیں اور وہ تمام لوازمات بھی فراہم اور مہیا کر دیئے ہیں جو حشر اُٹھا دینے کے لیے ناگزیر تھے۔ اپنے اپنے کیے کی پاداش میں جابجا محشر برپا ہو رہے ہیں۔ اِسی کو مکافاتِ عمل بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمیں ہوش تب آئے گا شائد جب، خاکم بدہن، یہ آگ ہمیں اور ہمارے ٹھکانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

یہ بات تو تقریباً سب لوگ ہی جانتے ہیں کہ اِس دنیا میں اچھائی بھی موجود ہے۔ اور برائی بھی بڑی وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ البتہ اِس بھری دنیا میں موجود دیگر لوگوں کی دیکھتی آنکھیں اور سنتے کان بہت سی خواہشوں کی تکمیل اور غلط کاریوں کی انجام دہی کے سامنے بڑی دیوار ہیں۔ لہٰذا لوگوں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ساری دنیا کی نظروں سے بچ بچا کر ہی اپنی بے لگام و ناروا خواہشوں کی تکمیل کر لی جائے۔ ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ انٹرنیٹ میں یہ سہولت دستیاب و میسر ہے۔ جہاں جی چاہا تنہائی اختیار کی اور انٹرنیٹ کی دنیا میں داخل ہو گئے۔ یہاں نہ کوئی دیکھنے سننے والا ہے۔ اور نہ کسی طرح کی کوئی روک ٹوک ہی ہے۔ لہٰذا جی بھر کر اپنی حسرتوں کے حسابات چکا لینے کے لیے بہت سازگار فضاء مہیا ہے۔

مگر ذرا ٹھہر جایئے! یہ بھی ایک بڑا دھوکہ اور فریب ہی ہے۔ عین اُس وقت جب کوئی شخص بے خوف ہو کر اپنی ناتمام خواہشوں اور ناآسودہ و دیرینہ حسرتوں کی بساط بچھاتا ہے، وہ تماشاگاہِ عالم کی زینت بن جاتا ہے۔ اپنے ہاں

[1] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ بقرہ، آیت: 233

کے متعلقہ اداروں کے راڈار پر بھی آ جاتا ہے۔اور اس کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو پاتی کہ نہ صرف یہ کہ وہ شخص اِس وقت بھی نگران نظروں کی زد میں ہے۔بلکہ یہ سب کچھ محفوظ بھی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ہر چیز کی باقاعدہ فلم بندی ہو رہی ہوتی ہے۔اور آوازیں ہی نہیں تمامتر حرکات و سکنات بھی مکمل طور پر محفوظ ہو جاتی ہیں۔اِس لیے بعد اَزیں مکرنے اور فرار کے تمام راستے بھی مکمل طور پر بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔لہٰذا کسی بھی بہکاوا میں آنے سے پہلے ایک یا دو بار نہیں بلکہ بار بار سوچ لیجیے! بقول امیر مینائی مرحوم ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر، چھپے گا کُشتوں کا قتل کیونکر؟   جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

قرآن کریم سے بہکاوا کے بارے میں رہنمائی کے حصول کی جستجو ہے تو اِس سے پہلے یہ جان لیجیے کہ بہکاوا کیا چیز ہے؟ عربی میں اِس کو کیا کہتے ہیں؟ اور یہ بھی کہ کون کون ممکنہ طور پر اِس سے متاثر ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اردو میں:

بہکانا، کا معنی ہے: چکنی چپڑی باتوں سے کسی کی ذہن سازی کر کے اور بہلا پھسلا کر اُس کو اپنی مرضی کے راستے پر لے آنا۔بقول داغ دہلوی مرحوم ؎

راہ پر اُن کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں   اَور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

یہ بھی جان لیجیے کہ عربی زبان میں اِسی **بہکانے** کے عمل کو **اِغوا** کہا جاتا ہے۔اردو میں **بہکانے** کا لفظ بہت معروف اور عام مستعمل ہے۔صاحبِ جامع اللغات خواجہ عبد المجید بہکانا کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بہکانا (متعدّی) راستہ بھلانا، غلط راستے پر لگانا، ورغلانا، اِغوا کرنا، دھوکہ دینا، فریب دینا، سبز باغ دکھانا، جھوٹے وعدے کرنا، غلط بیانی سے یقین دلانا، کان بھرنا۔[2]

جبکہ صاحبِ فرہنگِ آصفیہ بھی اِسی سے ملتے جلتے معانی کا ذکر کرتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

بَہکانا: ہ۔ فعلِ متعدّی۔ ورغلانا۔اِغوا کرنا۔[3]

---

[2] ۔خواجہ، عبد المجید، جامع اللغات، لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع دوم: 2003ء، ص: 426، ج: 1، مادّہ: بہک

[3] ۔دہلوی، سید احمد، مولوی، فرہنگِ آصفیہ، لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع ششم: 2010ء، ص: 439، ج: 1، مادّہ: بہک

ترقی اردو بورڈ کی شائع کردہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں **بہکنا** کا معنی حسبِ ذیل درج ہے:

صحیح راستے سے ہٹ جانا، گمراہ ہو جانا۔[4]

جبکہ اس کلمہ کے محاوراتی استعمال کے تعلق سے اِسی لغت میں حسبِ ذیل معنوی تصریح ملتی ہے:

بہکاوے میں آنا: فریب میں آنا، دھوکا کھانا، کسی کی باتوں میں آنا۔

ہم کہیں آئے ہیں واعظ تیرے بہکانے میں　　　اِسی میخانے کی مٹی، اِسی میخانے میں[5]

اِن تصریحات میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے کہ زور وزبردستی یا جبر واکراہ کا عنصر اس عمل میں کہیں نظر نہیں آتا۔ یہ باہمی طور پر خوشگوار تعلقات کے تحت روپذیر ہونے والی ایک ایسی کیفیت ہے جس میں ایک فرد خیر خواہی و بھلائی کا جھانسہ دے کر دوسرے فرد کے ذہن کے اُوپر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ یوں اُس کو پوری طرح سے اپنا ہمنوا بنالیتا ہے۔ حتیٰ کہ متاثرہ شخص اِس کے کہے سنے کو اپنا سرمایۂ حیات جانتے ہوئے اپنا مرنا اور جینا تک اِس کے ساتھ منسلک کر دینے پر تُل جاتا ہے۔

پاکستان، معاشی واقتصادی لحاظ سے ترقی پذیر ہونے کے باوجود دنیا کی واحد مسلمان جوہری طاقت بھی ہے۔ اور یہ چیز بری طرح سے ہمارے دشمنوں کو کھٹکتی رہتی ہے۔ لٰہذا ہمارے افراد ہی نہیں بلکہ ہماری پوری ہیئتِ اجتماعی کو ہی تباہ کر دینے میں اَغیار کی دلچسپی کی خاص وجوہات ہیں جن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہماری ہیئتِ اجتماعی سے اُن کی خلش صرف اِسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب ہم اُن کے اُوپر اپنا انحصار بڑھا کر مکمل طور پر اُن کے طفیلی بن جائیں۔ اور اُن کے دستر خوان پر جو کچھ بچ رہے اُسی پر گزارہ کر لینے کے عادی ہو جائیں۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یا برابری کی بنیاد پر بات کرنے کی کوشش کرنے والی ایک باوقار اور غیوّر قوم کے طور پر اس دنیا میں ہماری موجودگی ہی اُن کی سوچ کے تحت اُن کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

[4] ۔ مولوی، عبدالحق، ڈاکٹر، اردو لغت (تاریخی اصول پر)، کراچی، ترقی اردو بورڈ، 1979ء، ص:1455، ج:2، مادّہ: بہک

[5] ۔ مولوی، عبدالحق، ڈاکٹر، اردو لغت (تاریخی اصول پر)، کراچی، ترقی اردو بورڈ، 1979ء، ص:1454، ج:2، مادّہ: بہک

چنانچہ ابھی پچھلی دہائی میں ہی حیرت انگیز طور پر پاکستان کے پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر اِنہی قوتوں کی براہِ راست سرپرستی میں ایک زوردار آندھی یا سونامی کی طرح کی ہمارے ہاں مہم چلی ہے جس نے اِس ملک کی ہیئتِ اجتماعی پر ایک خاص طرح کے بہت گہرے اثرات مرتّب کیے ہیں۔ بلکہ سب کچھ ہی تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔اِس کے نتیجے میں تیزی سے ترقی کرتی ہوئی اور پوری رفتار کے ساتھ بازی پلٹ دینے والے بڑے معاشی و اقتصادی منصوبے سی پیک کی تکمیل کی طرف بڑھتی ہوئی یہ معیشت دیوالیہ کے بالکل دہانے تک پہنچ گئی تھی۔اوراس نہج پر پہنچ جانے کے بعداِس کو پھر سے سنبھالنے کی کوششیں شروع کی گئی ہیں۔اگر دیوالیہ ہو جاتے توسب سے پہلے ہمیں اپنے جوہری اثاثوں سے دستبردار ہونا ہوتا۔لہٰذا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اِس زوردار آندھی یا سونامی کے اہداف و مقاصد کیا تھے؟ ہم داخلی طور پر کشمکش میں مبتلا ہیں تو اِسی کے نتیجے میں ہم حریف کے لیے آسان ہدف بھی ہیں۔ یہ بات بھی قرآنِ کریم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی ہمیں بتادی تھی کہ یہ لوگ تب تک ہرگز آپ سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ اِن کی ملت کی اتّباع اختیار نہیں کر لیتے۔[6] اَسّی کی دہائی میں طبع ہونے والی اپنی کتاب میں معروف مفکر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں:

موجودہ دور میں ہمیں دو گونہ خطرات درپیش ہیں۔ ایک تو ہم مغربی فکر کے حملے سے دوچار ہیں۔ دوسرے ہم پر مغرب کی سیاست کا حملہ ہے۔ مغرب ایک تو سیاسی لحاظ سے ہر ملک فتح کرنا چاہتا ہے۔ دوسرے اپنی فکر سے اسلامی تہذیب پر غلبہ پانا چاہتا ہے۔[7]

نیز ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اپنی اسی کتاب میں ملت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کلچر یا ملت یا ثقافت، جس لفظ سے بھی آپ تعبیر کرنا چاہیں، ایک وِرثہ ہوتا ہے جو پرانی نسل نئی نسل کو منتقل کرتی ہے۔[8]

---

[6] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ بقرہ، آیت:120
[7] ۔ فاروقی، برہان احمد، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 1991ء، ص:113
[8] ۔ فاروقی، برہان احمد، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 1991ء، ص:112

ہمارے اَغیار کے اِرادے تو یہ ہیں کہ ہمارے افراد کی عزت و وقار اور شخصی کردار بری طرح سے آلودہ و داغدار کر کے اُن کو اپنی قوم کے لیے کار آمد فرد ہی نہ رہنے دیا جائے۔اِدھر آج بھی ہم غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اولاد کی تربیّت کے معاملات میں بھی کوتاہیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔اوپر سے دشمنوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ بھی بجائے خود بہت ہی تشویشناک ہے۔فی زمانہ مسلمان، اسلام اور مشرقی اقدار اِس عالمی بہکاوے کے نشانہ پر ہیں۔ چنانچہ ہمارے نوجوان ہی نہیں بلکہ مسلم ریاستیں بھی اِس بہکاوے کا خاص الخاص نشانہ ہیں۔ شخصی تباہی اپنی جگہ قوموں کے رُخ ورجحان کو بھی بہکاوا کے زور پر موڑ دیا جاتا ہے۔سب جانتے ہیں کہ سلطنتِ عثمانیہ کے تابوت میں آخری کیل لارنس آف عربیہ کی سرگرمیاں اور عرب قومیّت کا نعرہ بنا تھا۔ڈاکٹر عزیر احمد لکھتے ہیں:

انگریزوں نے ترکوں کے خلاف سازش کا ایک زبردست جال پھیلا رکھا تھا۔۔۔کرنل لارنس کی برسوں کی خفیہ کوششیں بار آور ہوئیں، حکومتِ برطانیہ نے عربوں کی سرپرستی فرمائی اور انہیں ترکی حکومت سے آزادی حاصل کرنے میں پوری مدد دی۔[9]

ہماری کسی بھی مجتمع طاقت کو منتشر کر دینا اُن کی ہمیشہ سے حکمت عملی رہی ہے۔اَب جدید تکنیکی مہارتوں کے طفیل وہ لوگ کسی لارنس آف عربیہ کی طرز کا تجربہ کرنے کی بجائے اِن مہارتوں کو استعمال میں لا رہے ہیں۔اور ہمارا کوئی بھی فرد یا گھر اُن کی پہنچ اور دسترس سے باہر نہیں رہ گیا ہے۔انٹرنیٹ کے ایسے پہلو متعارف کروائے گئے ہیں کہ ہم نے اِن کو اپنی ضرورت ہی نہیں بلکہ مجبوری بنا لیا ہے۔اِسی کی مدد سے وہ ہمارے رجحانات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پھر وہ چیزیں ہمارے سامنے لاتے اور پھیلاتے چلے جاتے ہیں جن کا ہمارا رجحان تقاضا کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ اِس کو بہتی گنگا جان کر اِس میں ہاتھ دھونے کی کوشش انتہائی خطرناک اور مہلک ثابت ہوتی ہے۔

اِن حالات میں ہر کسی کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو اِس آفت کے شر سے بچائے رکھے۔مسلم ریاستیں اپنی تکنیکی پسماندگی کے باعث انٹرنیٹ کے اِن مضر حصوں کو اپنی مملکت کی حدود میں بند کر دینے پر بھی قادر نہیں

[9] ۔ڈاکٹر، محمد عزیز، دولتِ عثمانیہ، اعظم گڑھ، دار المصنفین/شبلی اکیڈمی، 2009ء، ص:290، ج:2

ہیں۔ نہ ابھی تک اِن کا کوئی بہتر متبادل پیش کرنے کے قابل ہی ہو سکی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ مجرمانہ سرگرمیوں ملوّث افراد کو پکڑ کر انہیں کڑی سزائیں دی جائیں اور یہ عمل شروع بھی ہو چکا ہے۔ ایسے میں ہمارے ہوشمند اور باشعور نوجوانوں کے اُوپر لازم ہو جاتا ہے کہ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ خود اِس کا شکار بننے سے بچیں بلکہ دوسروں کو بھی بچانے کی پوری پوری سعی کریں۔ کسی بھی فریب میں آجانے کے بعد دنیا وآخرت کی خرابی یقینی ہو جائے گی۔ بہکاوا، بجائے خود اِس قدر طاقتور عنصر ہے کہ اِس کے زیر اثر متاثرہ شخص خوشی خوشی پوری زندگی گزار سکتا ہے۔ حتّٰی کہ اِس بہکاوے یا اِغواء کا نشانہ بننے والا فرد اپنے ذہن نشین کرائے گئے اَہداف کے پیچھے جانے یا آزادانہ عمل درآمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہیں کرتا۔ اور اگر کسی نوع کی کوئی بڑی رُکاوٹ سامنے آجائے تو اپنی جان سے بھی گزر سکتا ہے۔ بقول احمد سلمان ؎

اس ایک کچی سی عمر والی کے فلسفے کو کوئی نہ سمجھا جب اُس کے کمرے سے لاش نکلی، خطوط نکلے تو لوگ سمجھے

اَب قرآنِ کریم کی طرف رجوع سے پہلے یہ بھی سمجھ لیجیے کہ **بہکاوا** کا عربی زبان میں ہم معنیٰ کلمہ کون سا ہے؟ جواب یہ ہے کہ **بہکاوا**، کے معنیٰ و مفہوم کی ادائیگی کے لیے عربی زبان میں لفظِ **اِغوا** مختص و مستعمل ہے۔ اور **اِغوا** کی اصل بنیاد: غَوٰی، یَغْوِیْ، غَیًّا، ہے۔ یہ ثلاثی مجرّد اور فعلِ لازم ہے۔ لفظِ **اِغواء** کی بنیاد یہی ہے۔ اور اِس کا اردو میں معنیٰ: **بہک جانا** ہے۔ جس طرح کوئی شخص شراب وغیرہ کا نشہ کر کے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور غلط حرکتیں یا بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ گویا اپنی ذاتی سوجھ بوجھ اور عقل و دانش سے محروم ہو کر رہ جاتا ہے اور ہوش وخِرد کے تقاضوں کے خلاف عمل یا گفتگو کرنے لگ جاتا ہے۔ اِس فعلِ لازم کو متعدّی بنانے کے لیے اِس سے بابِ اِفعال بنایا جاتا ہے تو صورت یہ سامنے آتی ہے: اَغْوٰی، یُغْوِیْ، اِغْوَاءً۔ اَب یہ ثلاثی مزید فیہ ہے۔ لفظِ **اِغواء** اِسی کا مصدر ہے۔ اور اِس کے متعدّی ہو جانے کے بعد اردو میں اِس کا معنیٰ: **بہکانا یا ورغلانا** ہے۔

قرآنِ کریم نے مجرّد و مزید فیہ دونوں کلمات اور اِن کے مشتقّات بکثرت استعمال کیے ہیں۔ لفظِ غَوٰی دو

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

جگہ [10]،غَوَیْنَا ایک جگہ [11]،اَغْوَیْتَنِیْ دو جگہ [12] ، اَغْوَیْنَا تین جگہ [13]،لَاُغْوِیَنَّ دو جگہ [14]،یُغْوِیْ ایک جگہ [15] ،غَیّ چار جگہ [16]،غَوِیٌّ ایک جگہ [17]،اَلْغَاوٗوْنَ دو جگہ [18]،اور غَاوِیْنَ چار جگہ [19] پر ہے۔قرآنِ کریم نے تو سب سے پہلے اِغواء کی پوری تاریخ اوراِس کے جملہ مراحل بیان کر دیئے ہیں۔لغت و علم الاشتقاق دونوں کواِس سے اسفادہ کرنا چاہیے تھا۔اگراِس کی معنویت میں کوئی ابہام پیدا ہوا ہے تواُس کی وجہ علم بالوحی سے کما حقہٗ استفادہ سے قاصر رہنا ہی ہے۔صاحبِ کشاف مصطلحات الفنون کا بیان ملاحظہ کیجیے:

اَلضَّلَالُ: فِیْ مُقَابَلَةِ الْھُدٰی۔ وَ الْغَیُّ فِیْ مُقَابَلَةِ الرُّشْدِ۔ یُقَالُ : ضَلَّ بَعِیْرِیْ۔ وَ لَا یُقَالُ: غَوٰی۔ [20]

ترجمہ: ضلال،ہدٰی کے مقابلے پر آتا ہے۔اور غَیّ،رُشد کے مقابلے پر آتا ہے۔کہا جاتا ہے:: ضَلَّ بَعِیْرِیْ،میرا اونٹ گم ہو گیا۔اور یہ نہیں کیا جاتا: غَوٰی ،میرا اونٹ بہک گیا۔

ایک بہت ہی عجیب بات بھی لکھ دی ہے جس پر اہل فکر و دانش کو خوب غور کرنا چاہیے۔یہیں سے تعبیری عمل میں موجود خرابیوں کی جڑ بر آمد ہو گی۔فرماتے ہیں:

الضَّلَالُ اَنْ لَا یَجِدَ السَّالِکُ اِلٰی مَقْصَدِہٖ طَرِیْقًا اَصْلًا۔ وَ الْغَوَایَةُ اَنْ لَّا یَکُوْنَ لَهٗ اِلٰی

---

[10] ۔قرآنِ کریم،سورۂطٰہٰ،آیت:121اور سورۂ نجم،آیت:2

[11] ۔قرآنِ کریم،سورۂ قصص،آیت:63

[12] ۔قرآنِ کریم،سورۂ اعراف،آیت:16اور سورۂ حجر،آیت:39

[13] ۔قرآنِ کریم،سورۂ قصص،آیت:63میں دو بار اور الصّآفّات،آیت:32

[14] ۔قرآنِ کریم،سورۂ حجر،آیت:39اور سورۂ ص ٓ،آیت:82

[15] ۔قرآنِ کریم،سورۂ ہود،آیت:34

[16] ۔قرآنِ کریم،سورۂ بقرہ،آیت:256،سورۂ اعراف،آیت:146،سورۂ اعراف،آیت:202اور سورۂ مریم،آیت:59

[17] ۔قرآنِ کریم،سورۂ قصص،آیت:18

[18] ۔قرآنِ کریم،سورۃ الشعر آء،آیت:94و224

[19] ۔قرآنِ کریم،سورۂ اعراف،آیت:175،سورۂ حجر،آیت:42،سورۃ الشعر آء،آیت:91اور سورۂ صآفّات:32

[20] ۔تھانوی،محمد علی،موسوعۃ کشاف اِصطلاحات الفنون،تقدیم:ڈاکٹر رفیق العجم،بیروت،مکتبۂ لبنان ناشرون،طبع اول:1996ء،ص:1119،ج:2،ضلال

اَلْمَقْصَدِ طَرِيْقٌ مُسْتَقِيْمٌ۔[21]

ترجمہ: ضلال یہ ہے کہ سالک کو اُس کے مقصد کی طرف اَصلاً کوئی راستہ ہی نہ ملے۔ اور غوایۃ یہ ہے کہ اُس کے لیے اُس کے مقصد کی طرف کوئی سیدھا راستہ ہی نہ ہو۔

اِن کلمات کے قرآنی استعمالات پر غور کر کے با آسانی اِن کلمات کی معنوی حقیقت کا اِدراک کیا جا سکتا تھا۔ اور آج بھی اِس حقیقت کے اِدراک کے بعد اس معنیٰ کو ذہن نشین کر کے اپنے تصوّرات کو قرآنِ کریم کے ساتھ ہم آہنگ بھی کیا جا سکتا ہے۔

عہدِ جاہلی کا عرب شاعر دُرَید بن صِمّہ، رُشْد و غَیّ اور ان کے مشتقّات کو اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں فراوانی سے استعمال کرتا ہے۔ پسِ منظر یہ ہے کہ اس کے عبداللہ نامی چچازاد نے کسی طاقتور قبیلے کی بکریاں لوٹتے ہوئے چرواہے کو بھی جان سے مار ڈالا تھا۔ دُرَید، اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ اُس نے قبیلے کے کمیونٹی سینٹر میں، جس کو وہ لوگ مُنْعَرِج اللِّوٰی کہا کرتے تھے، پورے قبیلے کے اکابر کو اِکٹھا کر لیا تاکہ اگلا لائحہ عمل ترتیب دیا جا سکے۔ اِس کی اپنی رائے یہ تھی کہ تاوان دے کر اور معافی مانگ کر حریف قبیلے سے صلح کر لی جائے۔ عبداللہ اور اُس کے ساتھیوں نے مقابلہ کرنے کے حق میں پُر جوش تقاریر کیں اور مجمع لوٹ لیا۔ دُرَید، روکتا رہا مگر پورا قبیلہ عبداللہ اور اُس کے ساتھیوں کے بہکاوے میں آ گیا اور اکثریت نے اُن کی رائے پر صاد کر دیا۔ یوں فیصلہ ہو گیا۔ درید بن صمہ کہتا ہے:

نَصحتُ لِعَارِضٍ وَّ اَصحَابِ عَارِضٍ — وَرَهْطِ بَنِى السَّوْدَآ وَالْقَوْمُ شُهَّدِىْ
فَقُلْتُ لَهُمْ ظُنُّوْا بِاَلْفَىْ مُدَجَّجٍ — سَرَاتُهُمْ فِى الْفَارِسِى الْمُسَرَّدِ
فَلَمَّا عَصَوْنِىْ، كُنْتُ مِنْهُمْ ، وَقَدْ اَرٰى — غَوَايَتَهُمْ ، وَاَنَّنِى غَيْرُ مُهْتَدِ
اَمَرْتُهُمْ اَمْرِىْ بِمُنْعَرِجِ اللِّوٰى — فَلَمْ يَسْتَبِيْنُوا الرُّشْدَ اِلَّا ضُحَى الْغَدِ

[21] ۔ تھانوی، محمد علی، موسوعۃ کشاف اِصطلاحات الفنون، تقدیم: ڈاکٹر رفیق العجم، بیروت، مکتبۃ لبنان ناشرون، طبع اول: 1996ء، ص: 20-1119، ج:2، ضلال

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

وَهَلْ أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِيَّةٍ. إِنْ غَوَتْ غَوَيْتُ وَإِنْ تَرْشُدْ غَزِيَّةُ أَرْشُدِ۔ [22]

ترجمہ: میں نے عارض (عبداللہ)، عارض کے ساتھیوں اور بنو سودآء کے گروہ کو نصیحت کی اور پوری قوم اِس بات کی عینی شاہد ہے۔ تو میں نے اُن سے کہا تصوّر کرو دو ہزار مسلح جنگوؤں کا جن کا سپہ سالا ایرانی ساختہ زرہ میں سرتا پاؤ ڈھکا ہوا ہو گا۔ تو جب اِن لوگوں نے میری بات نہ مانی، میں بھی انہیں میں سے ہی ہوں، اور میں دیکھ رہا ہوں اِن کے بہکاوے میں آ جانے کو اور بلاشبہ میرا ہدایت یافتہ ہونا بھی یقینی نہیں ہے۔ میں نے اِن لوگوں کو مُنْعَرِجِ اللِّوٰی کی مجلس میں اپنی رائے سے آگاہ کر دیا تھا، تو پھر اِن کے اندر دانائی واضح ہو جانے کی طلب ہی پیدا نہ ہو سکی مگر اگلی صبح چاشت کے وقت۔ اور میری کیا اوقات ہے سوائے اِس کے کہ اِسی جتھے سے ہوں، اگر یہ بہکاوے میں آ گیا تو میں بھی بہکاوے میں آ گیا، اور اگر یہ جتھہ دانائی کا مظاہرہ کرے تو میں بھی دانائی اختیار کر لوں گا۔

مرقّش الاصغر کہتا ہے:

فَمَنْ يَلْقَ خَيْرًا يَحْمَدِ النَّاسُ أَمْرَهٗ وَمَنْ يَغْوِ لَا يَعْدَمْ عَلَى الْغَيِّ لَائِمًا۔ [23]

ترجمہ: تو پھر جس کو بھلائی میسر آ جائے گی، لوگ اُس کے معاملہ کی تعریف و توصیف کریں گے، اور جو بہکاوے میں آئے گا وہ بہکاوے پر ملامت گر کو معدوم نہیں کر سکے گا۔

غَیّ اور **اِغواء یعنی بہکانے** کو قرآنِ کریم نے بہت واضح الفاظ میں شیطانی مداخلت پر مبنی عمل بتا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ دنیا میں پہلے انسانی جوڑے کے ساتھ بھی یہ واردات ہو گئی تھی۔ جب انہیں ایک شجرِ ممنوعہ کے قریب نہ جانے کا کہا گیا۔[24] اور بتا دیا گیا کہ قریب جانا ظلم ہو گا یعنی توانائی غیرِ مصرف میں لگے گی۔ تو قرآنِ کریم کے پیرایۂ اظہار پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے یہیں سے شیطان متحرّک ہو گیا تھا۔ اُس کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اِس جوڑے کے لیے ظلم کے

---

[22] ۔ ابن تمام، حبیب بن اوس، الطائی، دیوان الحماسہ بشرح القریزی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2002ء، ص: 77-575، ج: 1
[23] ۔ ضبّی، مفضل بن محمد، ابو العباس، المفضّلیّات، بیروت، دار ارقم، 1998ء، ص: 234
[24] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ بقرہ، آیت: 35، و سورۂ اعراف، آیت: 19

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

ارتکاب کی ممکنہ صورت کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ اُس نے وسوسہ اندازی کے ذریعے ذہن سازی شروع کر دی۔[25] یہ غیر (ابلیس) کی طرف سے اپنی مرضی کے راستے پر لے جانے کے لیے اثر انداز ہونے کی غیر معمولی کوشش کا کھلا ثبوت ہے۔ حتیٰ کہ اِس پہلے انسانی جوڑے کو یقین دِلانے کے لیے اُس نے قسم بھی اُٹھالی کہ میں صرف تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔[26] حضرت آدم علیہ السلام نے اُس کے اُوپر اعتبار کر لیا کیونکہ شرافت تقاضا کرتی ہے کے قسم پر اعتبار کر لیا جائے۔ اور یوں ابلیس نے ممنوعہ عمل کا ارتکاب کروادیا۔ قرآنِ کریم نے اِس کو "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا"[27]، یعنی: شیطان نے اِن دونوں کو پھسلا دیا، سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام سے قربت کا ممنوعہ عمل سرزد ہو گیا۔ اور یہی چیز لفظِ اغواء کی حقیقی روح ہے۔ اور قرآنِ کریم اِسی حقیقت کو سامنے لانے کے لیے ہی بار بار اور مختلف زاویوں سے اِس بات کو بیان کر رہا ہے۔ یوں قرآنِ کریم کی اِن صراحتوں پر نظر رکھ کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام پھسلے نہیں تھے بلکہ ابلیس نے آپ علیہ السلام کو پھسلایا تھا۔ اور یہ محض کوئی اتفاق یا حادثہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ دراصل ابنائے آدم کو یہ حقیقت باور کروانے کے لیے ہی یہ وقوعہ روبعمل آنے دیا گیا کہ "اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ"[28]، یعنی: کوئی شبہ نہیں ہے کہ شیطان، اِنسان کا کھلا دشمن ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم حسبِ ذیل الفاظ میں یہ واقعہ بیان کرتا ہے:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى[29]

ترجمہ: اور آدم نے اپنے ربّ کا حکم نہ مانا اور بہکاوے میں آ گئے۔

شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی نے اِس آیۂ کریمہ کا ترجمہ اِن الفاظ میں کیا ہے: و نافرمانی کرد آدم پروردِگارِ خود را

[25] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ اعراف آیت: 20
[26] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ اعراف، آیت: 21
[27] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ بقرہ، آیت: 36
[28] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ طٰہٰ، آیت: 121
[29] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ طٰہٰ، آیت: 121

پس گم کرد راہ را۔[30](اپنے پروردگار کی نافرمانی کی نتیجۃً راستہ گم کر دیا)۔سید ابوالاعلیٰ مودودی کا مختار ترجمہ ہے: آدم نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔[31] فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ہے: اور آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیاتو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے۔[32]

متذکرہ بالا تراجم میں گمراہی کے ہم معنی کلمات استعمال کیے گئے ہیں۔ حالانکہ کلمہ: غَوٰی، پوری صراحت کے ساتھ غیر کی ناروا مداخلت اور ذہن سازی کے عمل کا آئینہ دار تھا۔اِس لیے اِس کلمہ کو اِس کے حقیقی تناظر میں رکھ کر دیکھنے سے ہم قاصر رہے ہیں۔اِسی کا نتیجہ ہے کہ اِس ضمن میں قرآنِ کریم کا پیش کردہ تصوّر دھندلا گیا ہے۔ بادیٔ النظر میں تراجمِ قرآنی نے قوم کی علمی و شعوری خدمت کی بجائے اہم تصورات کے اُوپر حجابات ڈال دیئے ہیں۔اور افسوس اِس بات کا بھی ہے کہ قرآنِ کریم پر ایمان نہ رکھنے والے زیادہ گہرائی میں جا کر اِس کے معانی پر غور کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اُن کو ایک نئی سوچ مل جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ جب بنیادی تصوّرات ہی دھندلا جائیں تو بے تاثیری کی آفت بھی آ کر گھیر لیتی ہے۔ لٰہذا قرآنِ کریم کے انتخاب لفظی کی رِعایت کیے بغیر حقیقی تصوّرات کا اِدراک ممکن ہی نہیں ہے۔اِن کلمات پر مبنی تصوّرات کو بربنائے بصیرت سمجھ لینے کے بعد اپنی عملی زندگی میں ہر شخص خود کو اِس شرّ اور اِس کے خوفناک نتائج سے بچا سکتا ہے۔اور اگر قرآنی تعلیمات کی بصیرت مل جائے تو اِس نئی آفت یعنی انٹرنیٹ کے ذریعے نوجوان نسل کے لیے پھیلائے گئے بہکاوے کے دامِ ہمرنگِ زمیں سے بچنا اور نمٹنا زیادہ مشکل بھی نہیں رہے گا۔

لفظِ غَیّ اور اِس کے مشتقات کو قرآنِ کریم نے دو درجن کے قریب مقامات پر استعمال کیا ہے۔اِن تمام مقامات پر غور و خوض ایک نئے اور مؤثر و جاندار علم کی مضبوط و شاندار بنیاد بن سکتا ہے اور بننا بھی چاہیے تھا۔ کم اَز کم اپنی قوم کو اغیار کے اِس نوع کے حیلوں اور حربوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار تو کیا ہی جا سکتا ہے۔ مگر ایک دقّت یہ بھی

---

[30] ۔ محدّثِ دہلوی، شاہ ولی اللہ، قرآنِ مجید مترجم ترجمہ فارسی، لاہور پاک کمپنی، بلاسنِ طباعت، ص:385، زیرِ آیۂ 121، سورۂ طٰہٰ

[31] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، لاہور، ادارۂ ترجمان القرآن، سینتالیسویں طباعت، جنوری:2008، ص:133، ج:3، زیرِ آیۂ 121، سورۂ طٰہٰ

[32] ۔ جالندھری، فتح محمد، القرآن الکریم مترجم، کراچی، بیت القرآن، بلاسنِ طباعت، ص:415، زیرِ آیۂ 121، سورۂ طٰہٰ

درپیش رہی ہے کہ قرآنِ کریم کے انتخابِ لفظی سے بے اعتنائی برتتے ہوئے اِس کلمہ کے حقیقی معانی پر ہی پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔

ہمیں اِس نکتے کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بہت مرتبہ یوں بھی ہوتا ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص کسی گمراہی میں مبتلا ہوا جاتا ہے۔ اگر آپ مداخلت کر کے اُس کو روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کریں تو اُس کو روکا اور نقصان سے بچایا بھی جا سکتا ہے۔ مگر آپ کسی بھی طرح کی مداخلت سے گریزاں ہی رہتے ہیں۔ اور اِس طرح سے کسی کو گمراہ ہونے دیتے ہیں۔ یوں کسی کو گمراہ ہو جانے پر آپ کی عدمِ مداخلت کے باعث اِس عمل کو بھی گمراہ کر دینے کے کلمات سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ فعل کی نسبت حقیقی فاعل کی بجائے اُس مؤثر قوت کی طرف کر دی جاتی ہے جس کی مداخلت اِس نقصان سے بچانے میں کارگر ہو سکتی تھی مگر نہ ہوئی ہو۔ اِسی طرح اگر آپ کی ہمت و دسترس میں ہے کہ روک دیں مگر روکنے کی بجائے اگر کسی کو بہکاوے کا شکار بننے دیا جائے تو مداخلت سے اِس پرہیز کو بھی بہکا دینے سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہی رہتی ہے۔ اور وہ حقیقت یہی ہے کہ اُس کو بہکاوے میں آ لینے دیا گیا تھا۔

ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کے عمل کو دیکھ کر ہی ابلیس نے ذات پات واونچ نیچ اور نسلی تفریق و امتیاز پر مبنی اپنا ذہن بنا لیا ہو گا۔ اور اپنی اِس ذاتی سوچ کو اپنے طرزِ عمل اور رویے سے ہی اُس نے آشکار بھی کر دیا ہو گا۔ تبھی آزمائش ہوئی جس میں وہ کھوٹا ثابت بھی ہو گیا۔ چنانچہ ابلیس نے بنی نوعِ انسان کو بہکانے کے لیے جو مہلت مانگی تھی اور اُس کو مل بھی گئی تھی، اُسی ڈھیل کا علمِ الٰہی کے تحت پیشگی اقتضاء تھا کہ قدرت کسی بھی کارگزاری سے اُس کے ہاتھ کو نہ روکے اور جو اُس کا من چاہے اُس کو وہ کرنے دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی خودسری کے بہکاوے میں آیا تو اگر ربِّ تعالیٰ کی مشیّت میں ہوتا تو اُس کو روکا بھی جا سکتا تھا کہ وہ راندۂ درگاہ ہی نہ ہوتا۔ مگر اُس کو روکا نہیں گیا تھا۔ اُس کی اِس خودسری اور بنائے استدلال کو قرآنِ کریم نے اُسی کے الفاظ میں دو جگہ پر بیان فرمایا ہے:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔[33]

ترجمہ: ابلیس نے کہا: میں اِس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے خلق کیا ہے اور اِس کو مٹی سے بنایا ہے۔

اونچ نیچ اور ذات پات کا سودا اُس کے دِماغ میں کچھ طرح سے سمایا ہوا تھا کہ اُس کو یہ بھی لحاظ نہیں رہا کہ اُس کا خالق ہی ہے جو اُس کو آدم کے آگے سجدہ کرنے کا کہہ رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی ذاتی سوچ کو اپنے خالق کے کہے پر فوقیت دے دی۔ اُس کی اِسی ذہنیّت اور سطورِ بالا میں پیش کردہ نکتے کی رُو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا جو بیان قرآنِ کریم میں نقل ہوا ہے اُس میں اِغواء کی نسبت اُس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کر دی ہے۔ قرآنِ کریم اُس کے عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے بتاتا ہے:

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔[34]

ترجمہ: ابلیس نے کہا: تو جس طرح سے تُو نے مجھے بہکاوے میں آجانے دیا ہے میں اُس کے بدلے میں یقیناً تیری سیدھی راہ پر ان کی گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔

دوسرے مقام پر بہکانے کے لیے زیب وزینت کو بطورِ ہتھیار استعمال کر کے راغب ومائل کرنے کا بھی ذکر آیا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔[35]

ترجمہ: ابلیس نے کہا: اے میرے ربّ جس طرح سے تو نے مجھے بہکاوے میں آجانے دیا ہے میں اُس کے بدلے زمین میں اِن کے لیے یقیناً آرائش کے ساماں کروں گا اور ان سب کو اِکٹھے بہکاؤں گا۔

اِسی طرح سورۂ ہود میں ارشاد ہے:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ

[33] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ اعراف، آیت:12، سورۂ ص، آیت:76
[34] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ اعراف، آیت:16
[35] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ حجر، آیت:39

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ،[36]

ترجمہ: اور میری نصیحت، اگر میں تم لوگوں کو نصیحت کرنی بھی چاہوں تو کوئی نفع نہیں دے گی، اگر اللہ ایسا چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو بہکاوے میں ہی آجانے دے، وہ تم لوگوں کا ربّ ہے اور اُسی کی طرف تم لوگوں کو پلٹایا جانا ہے۔

اِن مقامات پر اِس نسبت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ تمام اسباب و محرکات کو جو کسی کے ذہن پر اچھے یا برے اثرات مرتّب کر سکتے ہیں، سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی تخلیق ہیں۔ مثال کے طور پر ابلیس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ اور اُس کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کا عمل اور اِس کے ساتھ یہ عزت و تکریم اور توقیر کہ ملائک کو آپ علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہونے کا کہہ دیا گیا۔ ابلیس کے ذہن میں فرقِ مراتب ہے۔ وہ خود کو اُونچی ذات کا سمجھتا ہے کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے۔ جبکہ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں[37]۔ اِن اسباب و عوامل کے سامنے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے سجدہ کرنے کا حکم ہر لحاظ سے قابلِ ترجیح تھا۔ مگر اُس کے ذہن پر جو فرقِ مراتب سوار تھا اُس کے مطابق ہی اُس نے عمل اختیار کر لیا ہے۔ اور حکمِ الٰہی، جس کی پاسداری ضروری تھی، کی پابندی نہ کر سکا۔ چنانچہ اُس کا راندۂ درگاہ ہونا بنتا ہے۔ یہی صورتحال متذکرہ بالا آیۂ کریمہ کے تعلق سے بھی ذہن نشین رہنی ضروری ہے۔ اسباب و عوامل جو قومِ نوح کے سامنے بکھرے پڑے تھے، سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی تخلیق تھے۔ اِن کے مثبت و منفی دونوں طرح کے اثرات بھی تھے۔ اگر غور کیا جائے تو خواہشاتِ نفسانی کا منبع و سرچشمہ بھی یہی اسباب و عوامل ہی ہیں۔ ۔اِلّا یہ کہ اِن کے یہ اثرات عزائم و اہداف کے تابع نہیں ہوتے۔ لٰہذا یہ ضلال ہے۔ اگر ان کے منفی اثر کے تحت لوگ اپنا ذہن بنا لیتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر کی وساطت سے آئے ہوئے پیغام کے برخلاف طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں تو فعل کی نسبت کا معنی یہ نہیں ہو گا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیاذاً باللہ تعالیٰ، اُن کو بہکایا ہے۔ بلکہ ترجمہ یہ ہونا چاہیے کہ بہکاوے میں آنے دے دیا ہے۔ یہ معاملہ بنیادی طور پر خود اختیاری نوعیت کا اور

[36] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ ہود، آیت: 34
[37] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ اعراف، آیت: 12، و سورۂ ص، آیت: 76

ترجیحات کا ہے۔ لہٰذا اِس میں کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ اَب غور کیجیے کہ حسبِ ذیل آیۂ کریمہ نے بہت ہی اہم پیرائے میں بہکاوے اور ذہن سازی کے عمل کے تعلق سے کچھ بنیادی نکات کی نشاندہی فرما ہی دی تھی۔ اِن پر غور و خوض کرتے ہوئے بہکاوے کے تار و پود کو جاننا اور اِس کے اثرات و نتائج کا اندازہ کر لینا اَب چنداں دشوار نہیں رہا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اِس تباہ کن عنصر کی بابت آگاہی کو فروغ دیا جائے۔ اور بہکاوے جیسے فتنہ کے ہولناک اثرات سے اپنی نئی نسل کو بچانے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرتے ہوئے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"[38]

ترجمہ: دین کے معاملے میں ہر جبر و اکراہ بے سود و باطل ہے، کسی اَور کے بہکاوے میں آ جانے کے مقابلے میں ذاتی سوجھ بوجھ کا استعمال یقیناً نمایاں طور پر ممتاز ہو گیا ہے، تو اَب جو کوئی بھی طاغوت کا انکار کرے گا اور اللہ پر ایمان لے آئے گا تو یقیناً وہ ایک ایسے مضبوط حلقے سے وابستہ ہو جائے گا جس کی شکستگی کا تصوّر بھی بے کار ہے۔ اور اللہ بہت ہی سننے والا بہت ہی علم والا ہے۔

اصلاحِ احوال کی اوّلین شرط یہ ہے کہ ہم قرآنِ کریم کے تصوّرات کا حقیقی فہم حاصل کریں اور لوگوں کو بھی اِن حقیقتوں سے آگاہ کر دیں۔ روایتی طور پر جو کچھ لکھت پڑھت میں آ چکا ہے فقط اُسی کی اسیری سے باہر نکل آنا بھی بہت ضروری ہے بلکہ پہلی اور بنیادی شرط ہوگا۔ ورنہ از سرِ نو غور و خوض کی معنویت ہی فوت ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی نے آیۂ کریمہ کے زیرِ بحث حصے کا ترجمہ جو کیا ہے اُس میں اِس لفظ کا معنی گمراہی بتایا گیا ہے۔ فرماتے ہیں: "ہر آئینہ ظاہر شدہ است راہ یابی اَز گمراہی"۔[39] (بہر اعتبار راہ یابی، گمراہی کے مقابلے میں ظاہر ہو گئی ہے)۔ یہ ترجمہ برّصغیر کے دیگر تراجم قرآنی کا پیشوا ہے لہٰذا باقی مترجمین بھی اِسی روِش پر نظر

---

[38] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ بقرہ، آیت: 256
[39] ۔ محدّثِ دہلوی، شاہ ولی اللہ، قرآنِ مجید مترجم ترجمہ فارسی، لاہور پاک کمپنی، بلا سن طباعت، ص: 52، زیر آیۂ 256، البقرہ،

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

آتے ہیں۔ مثلاً امین احسن اصلاحی نے ترجمہ یوں کیا ہے: "ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے"۔[40] محمد جونا گڑھی: "ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے"۔[41] پیر کرم شاہ الازہری کے مطابق: "بے شک خوب واضح ہو گئی ہے ہدایت گمراہی سے "[42]۔ حالانکہ قرآنِ کریم نے ہدایت و ضلالت کو الگ اور **رُشد** و **غیٌ** کو الگ رکھ کر ہی متعارف کروایا اور برتا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔[43]

ترجمہ: نہ تو تمہارا دوست گمراہ ہوا ہے نہ وہ کسی بہکاوے میں آیا ہے۔

اِسی طرح سورۂ جنّ میں قرآنِ کریم کی بابت ہے:

يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ،[44]

ترجمہ: یہ قرآن، راہبری کرتا ہے دانائی کی طرف تو ہم اِس پر ایمان لے آئے۔

پہلی آیۂ کریمہ میں لفظِ ضَلَّ، اور لفظِ غَوٰى، کے درمیان واضح مغایرت اِس بات کا واضح ثبوت فراہم کر دیتی ہے کہ دونوں کلمات اپنا الگ الگ معنی و مفہوم رکھتے ہیں۔ جبکہ دوسری آیۂ کریمہ میں رشد کی جانب ہدایت فراہم کرنے کا قرآنِ کریم کو ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اور اِن دونوں کلمات کے بیچ اِلٰی، آیا ہے جو کہ تجاوز یا آگے بڑھ جانے کا معنی دیتا ہے۔ اور اس کا پیغام بھی صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی ہدایت، انسان کو رُشد کی جانب لے کر جاتی ہے۔ لٰہذا یہ دونوں بھی ایک ہی شے نہیں ہو سکتے۔ کلمات کی اپنی نشست و برخاست سے بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ الرُّشْدُ، **ذاتی سمجھ، معاملہ فہمی و دانائی** کے لیے ہی استعمال میں آیا ہے۔ جبکہ لفظ: اَلْغَيِّ، مخصوص عزائم کے تحت کسی اَور کی مداخلت کے نتیجے میں رونما ہونے والے ذہنی و فکری تصرّف اور بہکاوے کا معنی دینے کے لیے ہی آتا ہے اور

---

[40] ۔اِصلاحی، امین احسن، تدبّر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 2005ء، ص:586، ج:1

[41] ۔جونا گڑھی، محمد، القرآن الکریم وترجمۃ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ، سعودیہ، شاہ فہد پرنٹنگ پریس، بلا سنِ طباعت، ص:111،

[42] ۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 1995ء، ص:179، ج:1

[43] ۔قرآنِ کریم، سورۂ نجم، آیت:2

[44] ۔قرآنِ کریم، سورۂ جنّ، آیت:2

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

یہاں بھی اِسی معنیٰ میں آیا ہے۔

اَب معاملہ یہ ہے کہ لفظِ غَیّ کا ترجمہ گمراہی کرنا ایسے ہی ہے جیسے کسی مریض کو دیکھ کر آپ اُس کو فقط بیمار کہہ دیتے ہیں۔ یہاں آپ اُس کو لاحق کسی طرح کے مرض کی تشخیص و تعیین نہیں کر رہے ہوتے ہیں۔ یوں آپ اَصل حقیقت پر ایک طرح سے حجاب ڈال رہے ہوتے ہیں یا پھر اپنی بے خبری اور کم علمی کا اِظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تیسری کوئی صورت دکھائی نہیں پڑتی۔ اِس لیے کہ بیماری کی اپنی انواع و اقسام ہیں۔ بالکل اِسی طرح گمراہی کی اپنی انواع و اقسام ہیں۔ اور جب آپ مریض کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ اِس کو ملیریا ہو گیا ہے یا اِس کو نمونیا ہو گیا ہے تو دراصل اُس مریض کے اَصل مرض کی آپ تشخیص کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی حال لفظِ غَیّ کا بھی ہے۔ اِس میں قرآنِ کریم نے اَصل مرض کی تشخیص کرتے ہوئے یہ طے فرمادیا ہے کہ یہ دراصل کسی اَور کی طرف سے کی گئی نا رَوا مداخلت پر مبنی ذہنی تصرّف کا یا ذہن سازی کے نتیجے میں لاحق ہونے والی گمراہی کا ایک عمل ہے۔ اِسی کو Brain Wash بھی کہا جاتا ہے جس کا معنیٰ: نظریہ کی تبدیلی، ہے۔ کنسائز اکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

Brainwashing: Systematic replacement of established ideas in person's mind by new ones.[45]

ترجمہ: ایک منظّم منصوبہ بندی کے تحت کسی شخص کے ذہن میں مضبوطی سے جمے ہوئے خیالات کی جگہ نئے خیالات کو راسخ کر دینا۔

اِن تمام پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی متذکرہ بالا آیۂ کریمہ بہت سے رازوں سے پردہ اُٹھائے دے رہی ہے۔ اور دین و مذہب کے ساتھ بھی بہکاوا کا ایک خاص طرح کا تعلق بتاتی ہے۔ اِس سے بہکاوا کی عمل داری کا حدودِ اربعہ بھی معلوم کیا جاسکتا۔ مغرب نے اِس قرآنی رَمز کو اگلے وقتوں میں ہی بھانپ

[45] -THE CONCISE OXFORD DICTIONARY, 7Th Edition, Edited by J. B. Sykes, London, Clarendon Press, April 1981, Pp: 109, BRAINWASHING.

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

لیا تھا۔اوراِس کے مطابق انہوں نے منصوبے بنائے، نظام تشکیل دیئے اور ہماری صفوں کے اندر انتشار وافتراق کے بیج بھی بڑے پیمانے پر کاشت کیے ہیں۔ اوراِسی بہکاوے کے گہرے اثر کے باعث ہی ہمارے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نفرت وعداوت کی، بزعم خویش، ٹھوس وجوہات بھی اپنے اپنے ذہنوں میں آویزاں اور زبانوں پر سجائے رکھتے ہیں۔ آخر میں یہ بھی جان لیجیے کہ قرآنِ کریم نے شجرِ ممنوعہ والے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے بہکانے کے عمل کو صاف اور واضح الفاظ میں شیطانی مداخلت اور فتنہ میں ڈال دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔اور سختی کے ساتھ اِس سے بچے رہنے کی تاکید و تلقین فرمار کھی ہے۔ارشاد ہے:

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔[46]

ترجمہ: اے بنی آدم! تم لوگوں کو شیطان ہر گز فتنہ میں نہ ڈال پائے جیسا کہ اُس نے تم لوگوں کے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا تھا،اُن دونوں سے شیطان پردۂ خفا کر دور کر دیتا ہے تاکہ وہ اُن دونوں کو اُن کی شرمگاہیں دِکھادے، وہ اور اُس کے ہم قبیلہ تم لوگوں پر کچھ اِس طرح سے نگاہ رکھے رہتے ہیں کہ اُس طرح سے تم اُن کے اُوپر نگاہ نہیں رکھ پاتے، بلاشبہ ہم نے شیاطین کو اُن لوگوں کا ولی بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

قرآنِ کریم کی آخری دونوں سورتوں کا مُعَوِّذَتَیْن کہا گیا ہے۔یہ دونوں شیطان کے شر سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کے لیے اکسیر ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں انسانی جسم کے اندر شیطان کی رَسائی کی بابت حسبِ ذیل کلمات بھی وارد ہوئے ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ ۔ [47]

[46] ۔قرآنِ کریم، سورۂ اعراف، آیت: 27

[47] ۔قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض، بیت الافکار الدولیہ، 1998ء، ص: 897، رقم الحدیث: 2175

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ شیطان انسانی جسم میں ہر اُس مقام تک رَسائی رکھتا ہے جہاں تک خون پہنچتا ہے۔

یہ بھی دھیان رہے کہ شیاطین کا اپنا ایک بہت ہی مربوط نظام ہمہ وقت بر سرِ کار رہتا ہے۔وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے کل وقتی طور پر سر گرم وفعّال ہیں۔اور اُن کا مشن انسان کو راہِ راست سے بہکا کر گمراہی میں مبتلا کر دینا اور یوں اپنے رَبِّ تعالیٰ سے دور کر دینا ہے۔حتیٰ کہ وحیٔ اِلٰہی کے مقابل وہ بھی ایک دوسرے پر اپنے خیالات وحی کرتے ہیں۔اور موقع بموقع اپنے زیرِ اَثر افراد کی فکری خوراک کی بہم رَسانی میں مشغول رہتے ہیں۔ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔ [48]

ترجمہ: اور اِسی اُسلوب پر ہم نے انسانوں اور جنّوں کے شیاطین کو ہر نبی کے لیے دشمن بنایا ہے، یہ نرے فریب کے طور پر آپس میں ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتیں وحی کرتے رہتے ہیں، اور اگر تیرے رَبّ کی مشیّت ہوتی تو یہ ایسا نہ کرتے، تو آپ اِن کو اور جو کچھ بھی یہ افتراپردازی کرتے ہیں اس کو رہنے ہی دیجیے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام پر اگر **بہکاوا** اثر کر سکتا ہے تو ہم میں سے کوئی بھی اَمان میں نہیں ہے۔ہم اگر اِس کا شکار بنیں گے تو خمیازہ بھی ہمیں ہی بھگتنا پڑے گا۔نئے دور میں آکر بہکاوے کے انداز بھی بدل گئے ہیں۔پچھلے وقتوں کی کئی کئی پہروں کی صحبتیں ہر کسی کی نگاہ میں باآسانی آجایا کرتی تھیں۔بڑے اور بزرگ اپنے بچوں پر نگاہ رکھا کرتے تھے اور جہاں کہیں خدشات ہوا کرتے تھے تو اپنے بچوں کو تنبیہ کر دیا کرتے تھے۔آج کے دور میں ہماری نئی نسل کو انٹرنیٹ کی شکل میں ایک خاموش قاتل کا سامنا ہے۔کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوتی اور معاملات ہاتھوں سے ہی نکل جاتے ہیں۔لہٰذا زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ہماری نئی نسل جب انٹرنیٹ پر جاتی ہے تو پرت در پرت اِس میں نئی نئی چیزیں دیکھتی ہے۔اِس کے اندر

48 ۔ قرآنِ کریم، سورۃالانعام، آیت: 112

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 3, No. 1 || January-June 2024 || P. 23-45

ایسی خاصیات پائی جاتی ہیں کہ بہت جلد بچے کے رجحان کو بھانپ لیتا ہے۔پھر وہ چیزیں سامنے لانا شروع کر دیتا ہے جن سے دلچسپی بڑھتی جاتی ہے۔یوں اپنے پیچھے لگا کر نامانوس اور غیر مناسب راہوں پر ڈال دیتا ہے۔انسان کے اندر تجسّس کا مادّہ پہلے سے ہی ودیعت کر دیا گیا ہے۔یہ تجسّس اِن لوگوں کو آگے سے آگے لے کر جانے میں مدد دیتا ہے۔شکاری ہر موڑ پر گھات لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔وہ جب دبوچ لیتے ہیں تو اُن کے پنجہ سے بچ نکلنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو جاتا ہے۔یوں ایک طرف اِس ملت کے مقدّر کے ستاروں سے روشنی چھین کر اُن کو اندھیروں میں دھکیلا جا رہا ہے تو دوسری طرف قومی شناخت اور دیرینہ اقدار و روایات کو پامال کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو کہ بلاشبہ نِرا شر ہی ہے۔لہٰذا اِس شر سے اپنے دامن کو بچائے رکھنا ہمارے ایمان کی سلامتی اور دنیا و آخرت کی بھلائی و بہتری کے لیے نہایت ضروری ہے۔اِس ضمن میں ایک بہت ہی جامع دعا جو قرآنِ کریم نے ہی ہمیں عطا فرمائی ہے ملاحظہ فرمالیجیے۔ اِس دعا کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اَصحابِ کہف نے غار میں پناہ گزیں ہوتے وقت یہ دعا کی تھی۔چنانچہ قدرت نے انتہائی مشکلات میں گھرے ہوئے اَصحابِ کہف کی زبان سے یہ کلمات جاری کروائے اور پھر اُن کی جس انداز سے دستگیری فرمائی ہے اُس کے اُوپر خود قرآنِ کریم شاہد ہے۔اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اِس میں لفظِ غَیّ کی عین ضد یعنی رَشَد کا کلمہ استعمال کرتے ہوئے اپنی زندگی کے مشکل ترین مراحل کے دوران اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ سے ایک خاص الخاص رحمت اور مدد طلب کی گئی ہے۔ارشاد ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّ هَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا۔[49]

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنی بارگاہِ خاص سے رحمتِ عظیمہ عطا فرما اور ہمارے معاملاتِ حیات میں ہمیں معاملہ فہمی، سمجھداری و دانائی عطا فرما دے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

[49] ۔ قرآنِ کریم، سورۂ کہف، آیت:10